مولانا زاہدالراشدی

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ہاشمیؐ

امریکی ایوان نمائندگان نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ دستور پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی شق اور توہین رسالت پر موت کی سزا کا قانون ختم کیا جائے۔ یہ مطالبہ ایک قرارداد کی صورت میں کیا گیا ہے جو صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کے حالیہ دورۂ امریکہ کے موقع پر امریکی ایوان نمائندگان نے منظوری کے بعد اس پر عملدرآمد کے اہتمام کے لئے اسے متعلقہ کمیٹی کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

امریکہ کا یہ مطالبہ نیا نہیں، بلکہ کافی عرصہ سے چلا آ رہا ہے۔ ۱۹۸۷ء میں امریکی سینٹ کی ''خارجہ تعلقات کمیٹی'' نے پاکستان کی امداد کی بحالی کیلئے جو چند شرائط عائد کی تھیں، ان میں بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ واپس لینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

ایک معاصر میں ۵رمئی ۱۹۸۷ء کو شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق امریکی سینٹ نے یہ طے کیا تھا کہ امریکی صدر ہر سال پاکستان کے بارے میں ایک رپورٹ جاری کیا کریں گے، جس میں توثیق کی جائے گی کہ حکومت پاکستان شرائط کی پابندی کر رہی ہے تو اس کے بعد امداد کی سالانہ قسط پاکستان کے سپرد کی جائے گی۔ ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ''حکومت پاکستان اقلیتی گروہوں، مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آ رہی ہے اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں''۔

اس کے بعد سے نہ صرف امریکہ بلکہ دیگر مغربی حکومتیں اور ایمنسٹی انٹرنیشنل سمیت بہت سے عالمی ادارے پاکستان کو مسلسل یاددہانی کراتے آ رہے ہیں کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور اسلام کے نام پر سرگرمیاں جاری رکھنے کی ممانعت سے متعلقہ قوانین پر نظر ثانی کرے۔ امریکی ایوان نمائندگان کی حالیہ قرارداد میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ''بین الاقوامی چارٹر'' کی شق ۱۸ کا بھی حوالہ دیا گیا، جس کی رو سے قادیانیوں کے خلاف پاکستان میں نافذ شدہ قوانین بادی النظر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار پاتے ہیں۔ بعد میں جب توہین رسالت کے بعض واقعات پر پاکستان کی مختلف عدالتوں میں مقدمات کی سماعت شروع ہوئی تو توہین رسالت پر موت کی سزا کا قانون بھی بین الاقوامی تنقید کا ہدف بن گیا اور یہ مطالبہ عالمی سطح پر ہونے لگا کہ توہین رسالت کو ان سنگین جرائم میں شامل نہ کیا جائے، جن پر موت کی سزا دی جاتی ہے، چنانچہ امریکی ایوان نمائندگان کی حالیہ قرارداد بھی اسی پس منظر میں سامنے آئی ہے۔ جہاں تک امریکہ و دیگر مغربی حکومتوں اور بین الاقوامی اداروں کے مطالبات کا تعلق ہے تو ان کی بنیاد اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر پر ہے، جس کی دفعات ۱۸ اور ۱۹ حسبِ ذیل ہیں:

دفعہ ۱۸..... ہر شخص کو آزادیٔ خیال، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں اپنا مذہب یا عقیدہ تبدیل کرنے اور انفرادی اور اجتماعی طور پر علیحدگی میں یا سب کے سامنے اپنے مذہب یا عقیدے کی تعلیم، اس پر عمل، اس کے مطابق عبادت کرنے اور اس کی پابندی کرنے کی آزادی شامل ہے۔

دفعہ ۱۹..... ہر شخص کو آزادیٔ رائے اور آزادیٔ اظہار کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں بلا مداخلت رائے رکھنے کی آزادی اور بلا لحاظ علاقائی حدود کسی بھی ذریعہ سے اطلاعات اور نظریات تلاش کرنے، حاصل کرنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کا حق شامل ہے۔

مغربی ممالک اور اداروں کا موقف یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور کی یہ شقیں بین الاقوامی قوانین کا درجہ رکھتی ہیں اور پاکستان نے اقوام متحدہ کے ممبر کی حیثیت سے اس منشور پر دستخط کر کے اس کی پابندی کی ذمہ داری قبول کر رکھی اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور توہین رسالت پر موت کی سزا کے قوانین ان شقوں میں بیان کردہ آزادیوں اور حقوق کے منافی ہیں، اس لئے پاکستان کو اپنے حلف اور دستخط کے مطابق قوانین پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور انہیں بین الاقوامی قوانین سے ہم آہنگ کرنا چاہیے۔ دوسری طرف پاکستان کا موقف یہ ہے کہ اس ملک کا قیام اسلامی تشخص کے حوالہ سے وجود میں آیا ہے۔ اسلام پاکستان کے لئے صرف ایک مذہب نہیں بلکہ ریاست کی وجہ قیام اور دستوری بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی احکام وقوانین کی اساس بین الاقوامی قوانین پر نہیں بلکہ قرآن وسنت پر ہے اور قرآن وسنت اور احیائے امت کی رو سے قادیانیوں کو مسلمان تسلیم کرنے اور انہیں ملت اسلامیہ کے حصہ کے طور پر قبول کرنے کی کسی درجہ میں کوئی گنجائش نہیں، اس لئے انہیں پاکستان کے دستور اور قانون کی رو سے مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح توہین رسالت پر موت کی سزا اسلام کے احکام میں سے ہے، جس پر قرآن وسنت کی صریح تعلیمات کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کا چودہ سو سالہ اجماعی تعامل موجود ہے، اس لئے بین الاقوامی قوانین کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے قرآن وسنت اور اجماع امت کے صریح احکام سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور انہیں ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ملک میں قبول کرنیکا موقف دراصل علمائے کرام اور دینی حلقوں کا نہیں تھا اور وہ اس سلسلہ میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے اسوہ کا حوالہ دیتے رہے ہیں، جنہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد نبوت کے تین دعویداروں مسیلمہ کذاب، سجاح اور طلیحہ کے خلاف باقاعدہ جنگ کر کے ان کا استیصال کیا تھا، لیکن مفکر پاکستان علامہ سر محمد اقبالؒ نے ایک درمیان کی راہ نکالی کہ قادیانیوں کو نئے نبی کے پیروکار کی حیثیت سے مسلمانوں سے الگ نئی امت تسلیم کر لیا جائے اور غیر مسلم اقلیت کے طور پر مسلم معاشرے میں انہیں برداشت کر لیا جائے، چنانچہ علمائے کرام اور دینی حلقے اپنے موقف سے پیچھے ہٹ کر علامہ اقبالؒ کے موقف پر آ گئے، لیکن قادیانیوں نے اسے تسلیم نہیں کیا اور ایک نئے مدعیٔ نبوت کے پیروکار ہونے کے باوجود خود کو مسلمانوں میں شامل رکھنے پر بے جا اصرار کیا، جس پر مسلمانوں نے باقاعدہ تحریک چلائی اور ۱۹۷۴ء میں ملک کی منتخب قومی اسمبلی نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، جس کے بعد بھی قادیانیوں کا اپنے موقف اصرار جاری رہا اور

انہوں نے پارلیمنٹ کا متفقہ فیصلہ قبول کرنیکی بجائے دستور سے انحراف کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اسلام کے نام پر اپنے نئے مذہب کی تبلیغ اور مسلمانوں کی مخصوص مذہبی علامات وشعائر مثلاً مسجد، کلمہ طیبہ، نماز وغیرہ کا استعمال مسلسل جاری رکھا اس پر ۱۹۸۴ء میں تمام مکاتب فکر کی مشترکہ دینی تحریک کے نتیجہ میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعے قادیانیوں پر پابندی لگادی کہ وہ اسلام کے نام پر اپنے مذہب کی تبلیغ اور مسلمانوں کی مخصوص مذہبی علامات وشعائر استعمال نہیں کر سکتے، کیونکہ اس سے اشتباہ پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں کا دینی تشخص مجروح ہوتا ہے۔

بعد میں ۱۹۸۵ء میں منتخب ہونے والی پارلیمنٹ نے بھی اس آرڈیننس کی توثیق کردی، اسی طرح توہین رسالت پر موت کی سزا کے قوانین بھی منتخب پارلیمنٹ نے پاس کئے اور پاکستان کے عوام نے ان کے حق میں ملک گیر کامیاب ہڑتال کر کے یہ فیصلہ دیا کہ یہ قوانین صرف مذہبی حلقوں کا مطالبہ نہیں بلکہ پاکستان کے عوام کی غالب اکثریت کے دل کی آواز ہے، اس لئے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے، انہیں اسلام کا نام اور مسلمانوں کے شعائر وعلامات کے استعمال سے روکنے اور توہین رسالت پر موت کی سزا کے قوانین پاکستانی باشندوں کے ''عوامی فیصلے'' کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود امریکہ اور دیگر مغربی ممالک اور ادارے ان پر نظرثانی کا مسلسل مطالبہ کررہے ہیں۔ اگرچہ پاکستان کی وزارت خارجہ کے ترجمان عزیز احمد خان نے ایک بریفنگ میں واضح کردیا ہے کہ یہ دونوں قوانین منتخب پارلیمنٹ کے طے کردہ ہیں اور حکومت پاکستان ان پر نظرثانی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، لیکن ہمارے نزدیک صرف اتنی ہی بات کافی نہیں ہے اور بین الاقوامی قوانین اور اسلامی احکام کے باہمی ٹکراؤ سے پیدا ہونے والے اس کنفیوژن کو دور کرنے کیلئے سنجیدہ محنت کی ضرورت ہے، جس میں ملک کے دینی حلقوں اور حکومت دونوں کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ ہمارے خیال میں اس مرحلہ پر مندرجہ ذیل نکات کو منطق، استدلال اور معقولیت کے ساتھ عالمی رائے عامہ کے سامنے واضح کرنا ضروری ہے۔

اپنے اسلامی تشخص سے دست بردار ہونا پاکستان کے لئے ممکن نہیں ہے اور ''اسلامی تشخص'' کو برقرار رکھتے ہوئے اقوام متحدہ کے ''انسانی حقوق کے چارٹر'' کو من وعن قبول کرنا بھی اس کے لئے ممکن نہیں ہے اور یہ صرف پاکستان کا نہیں، بلکہ دوسرے مسلم ممالک کا مسئلہ بھی ہے، اس لئے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی متنازع شقوں پر نظرثانی ناگزیر ہو چکی ہے اور اس کے لئے او آئی سی اور اقوام متحدہ کے درمیان علمی سطح پر سنجیدہ مذاکرات ہونے چاہییں۔ جن قوانین کی تبدیلی کا امریکی ایوان نمائندگان نے مطالبہ کیا ہے، وہ مخصوص مذہبی حلقوں کا مطالبہ نہیں بلکہ منتخب پارلیمنٹ کے فیصلے اور عوام کی غالب اکثریت کے دل کی آواز ہے، اس لئے انہیں تبدیل کرنا جمہوری اصولوں کی نفی ہے

پاکستان کے لئے اسلام دستوری بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے پاکستان میں اسلام کے خلاف بات کرنا یا اس کے کسی مسلمہ اصول کی نفی کرنا اسی طرح ہے جیسے امریکہ یا کسی اور ملک میں دستور کو چیلنج کرنا۔ اس لئے مذہب کو فرد کا پرائیویٹ معاملہ قرار دینے والے مغربی ممالک پاکستان کو خود پر قیاس نہ کریں اور اسے بھی اپنے دستور اور نظریاتی تشخص کے تحفظ کا اسی طرح حق دیں، جس طرح انہوں نے خود اپنے ریاستی ڈھانچوں اور دستور کے تحفظ اور پاسداری کے لئے قوانین بنا رکھے ہیں۔